Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



Psychological, Family and Legal Issues Facing Widows in Muzaffarabad and Hattian Bala Districts: An Analytical Study in the Light of Islamic Sharia

ضلع مظفرآباد اور ضلع ہٹیاں بالا میں بیواؤں کو در پیش نفسیاتی و عائلی و قانونی مسائل: شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Aysha Zahoor[1]

Hafiz Mohsin Zia Qazi[2]

PHD Scholar, Institute of Islamic Studies and Sharia, MY University, Islamabad

Director, Institute of Islamic Studies and Sharia, MY University, Islamabad

Article Details:

Received on 20 Dec, 2025

Accepted on 17 March ,2026

Published on 26 March, 2026

Corresponding Authors*:

Aysha Zahoor

Abstract

This study examines the psychological, family, and legal issues faced by widows in Muzaffarabad and Hattian Bala districts, analyzed in the light of Islamic Sharia. Widowhood is not only a personal loss but also a complex socio-economic and emotional crisis that significantly affects women's well-being and family stability. The objective of this study was to identify the key challenges faced by widows and evaluate them through Islamic teachings to propose practical solutions. A qualitative and quantitative phenomenological approach was adopted, supported by analytical and statistical methods. Data were collected from 380 widows between 2020 and 2024 through semi-structured interviews. The findings reveal that a significant proportion of widows suffer from psychological issues such as depression, loneliness, anxiety, and loss of purpose. Family-related problems include negative attitudes of in-laws, forced displacement, pressure regarding remarriage, and lack of financial support. Legally, many widows are deprived of their inheritance rights, face barriers in accessing courts, and lack awareness of legal procedures. The study highlights that these challenges are not due to shortcomings in Islamic law but arise from weak implementation and cultural practices that contradict Sharia principles. Islam ensures dignity, financial security, inheritance rights, and the freedom to remarry for widows, while strongly emphasizing social support and justice. The study suggests that addressing these issues requires a combined effort of society, religious institutions, and the state. Promoting legal awareness, ensuring enforcement of inheritance laws, providing psychological support, and encouraging positive social attitudes can significantly improve the lives of widows. Implementing Islamic principles in their true spirit can restore dignity, stability, and empowerment for widows in these regions.

[1] PHD Scholar, Institute of Islamic Studies and Sharia, MY University, Islamabad

[2] Director, Institute of Islamic Studies and Sharia, MY University, Islamabad

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



1. Introduction

اسلامی معاشرے میں خاندان کو بنیادی اکائی کی حیثیت حاصل ہے اور اس کے استحکام میں عورت کا کردار نہایت اہم ہے۔ جب ایک عورت بیوہ ہو جاتی ہے تو اس کی زندگی میں صرف ایک فرد کی جدائی نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ جڑے معاشی، نفسیاتی، سماجی اور قانونی مسائل بھی یکجا ہو جاتے ہیں۔ بیواؤں کو درپیش یہ مسائل نہ صرف ان کی ذاتی زندگی کو متاثر کرتے ہیں بلکہ پورے خاندانی نظام پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔شریعت اسلامیہ بیوہ عورت کے حقوق کے تحفظ پر خاص زور دیتی ہے۔ قرآن و سنت میں بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک، ان کی کفالت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی واضح ہدایات موجود ہیں۔ اسلام نہ صرف بیوہ کو عزت و وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق دیتا ہے بلکہ اسے معاشرتی و قانونی تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔شریک حیات کی وفات ایک گہرا صدمہ ہوتا ہے جو اکثر ڈپریشن، اضطراب اور تنہائی جیسے مسائل کو جنم دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی رویے بھی اس کی مشکلات میں اضافہ کرتے ہیں، جہاں بعض اوقات بیوہ کو ہمدردی کے بجائے ترس یا منفی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس تحقیقی مطالعے کا مقصد ضلع مظفرآباد اور ضلع ہٹیاں بالا میں بیواؤں کو درپیش نفسیاتی، عائلی اور قانونی مسائل کا تجزیہ کرنا اور انہیں شریعت اسلامیہ کی روشنی میں پرکھنا ہے، تاکہ ان مسائل کے حل کے لیے مؤثر اور عملی تجاویز پیش کی جائیں۔

اس تحقیق میں ضلع مظفرآباد اور ضلع ہٹیاں بالا میں 2020-2024 کے دوران ہونے والی بیواؤں کا ڈیٹا جمع کیا گیا اور ان کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی کہ ان خواتین کو عقدثانی سمیت دیگر کون سے مسائل درپیش ہیں ۔ درپیش مسائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام میں ان خواتین کے متعلق احکامات اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت و اہمیت بیان کی گی ہےاور اسلام کی روشنی میں ان مسائل کا حل تلاش کیا گیا ہے ۔تحقیق کا طریقہ کار بیانیہ، تجزیاتی اور شماریاتی ہے ۔ شماریاتی پہلو کے تحت جمع کیے گئے ڈیٹا کا تجزیہ کیا گیا ۔بیانیہ طریقے کے تحت موضوع کے حوالے سے تفصیلی تشریح اور وضاحت پیش کی گئی ہے جبکہ تجزیاتی طریقہ کار کے مطابق مسائل کا گہرائی سے مطالعہ کیا گیا ہے اور ممکنہ حل پیش کیا گیا ہے ۔

عورت کا مقام

زمانہِ جاہلیت میں عورت کو لوگ ہمیشہ اپنی عیش وعشرت کے لیے خرید کر پھران سے حیوانوں جیسا بدسلوک کرتے تھے اور یہ ان کی فطرت بن چکی تھی، یہ صنف ضعیف بھیڑ بکریوں کی طرح بازاروں میں بکتی تھی، کوئی ان کی سماجی حیثیت نہیں تھی انہیں معاشی وسیاسی حقوق سے محروم تھی، آزادانہ طریقہ سے لین دین ممنوع تھی

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



اور ان کو معاشرے میں حقیر وذلیل سمجھا جاتاتھا یہاں تک کہ اہل عرب میں سے بعض شقی القلب لوگ عورت کو عار سمجھتے تھے۔معصوم لڑکی کے پیدا ہوتے ہی منحوس اورباعث ذلت سمجھ کر ان کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

قرآن کریم اس بھیانک منظر کی عکاسی یوں کرتا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ، يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ[3]

ترجمہ:اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے، لوگوں سے چھپا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب، کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبادے گا، ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

اس کا ذکراجمالا دوبارہ ان الفاظ سے کیا گیا:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ [4]

ترجمہ:اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کو متصف کیا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے۔

قرآن کریم نےان کے اس بے ہودہ کام پر سخت تہدید کی او راسے زندہ رہنے کا حق بخشااور فرمایا کہ جو شخص اس کے حق سے روگردانی کرے گا، روز محشر اللہ تعالی کے سامنے اس کا جوابدہ ہوگا ، ارشاد باری تعالی ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ، بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ[5]

ترجمہ:اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔ کس خطا کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا؟

ایک طرف ان معصوم بچیوں کے زندہ درگور کرنے اور ظلم وزیادتی پر جہنم جیسی ہیبت ناک جگہ کی وعید سنائی گئی تو دوسری طرف ایسے لوگوں کو جنت جیسی عالیشان جگہ کی خوشخبری کا مژدہ سنایا گیا جن کادامن اس ظلم وبربریت سے پاک ہو او رلڑکیوں کے ساتھ وہی سلوک اختیار کیا جو لڑکوں کے ساتھ کیا اور دونوں میں کوئی فرق نہ کیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من كانَت له أُنثى، فلم يَئِدْها ولم يُهِنْها،ولم يُؤثِرْ ولدَه عليها۔قال: يعني الذكور، أدخلَه اللهُ الجنةَ[6]

---

[3]القرآن: ١٦ / ٥٩

[4]القرآن: ٤٣ / ١٧

[5]القرآن: ٨١ / ٨۔٩

[6]ابو داؤد سلیمان ابن اشعث ، سنن ابوداؤد (دارالرسالہ العالمیہ۔ ط2009/1م)،رقم:5146

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



ترجمہ: جس شخص کی لڑکی ہو وہ نہ تو اسے زندہ درگور کیااور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کیا اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نےاہل عرب کےاُس وقت کے لوگوں کا حال کچھ یوں پیش کیا ہے:

جوہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر	تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھر سے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور	کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود اپنی نفرت سے کرتی تھی خالی	جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی [7]

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس صنف ضعیف کو ہر دوَر میں انسانی معاشرے نے صحیح حق نہیں دیا، حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظام حیات نے اس کو ذلت وپستی کے گڑھوں سے نکال کربے پناہ حقوق عطا فرمائے۔

بیوہ عورت

بیوہ عورت کو عربی زبان میں ارملہ کہا جاتا ہے اصطلاح میں اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کا خاوند فوت ہو جائے اور عرب میں جب نان نفقہ کسی کا ختم ہوجاتا تو کہا جاتا ، ارمل فلان کہ اس کا زاد راہ ختم ہو گیا اور وہ فقیر بن گیا ،عورت کا جب خاوند مرجاتا ہے تو وہ انتہائی کمزور حالت میں ہوتی ہے کیونکہ اس کے چین و سکون اور حمایت کا ذریعہ ختم ہوجاتا ہے اور اسکے بچےہر قسم کی رعایت سے محروم ہوجاتے ہیں اور وہ بڑی تلخی و درد محسوس کرتی ہے، اور اس کا ذریعہ معاش کمانے والا بھی نہیں رہتا تو اس وجہ سے اس کو ارملہ (بیوہ) کہا جاتا ہے۔[8]

جبکہ اردو زبان میں ایسی عورت کو بیوہ کہا جاتاہے کہ اس کی کوئی واہ نہیں ، واہ دیکھانے والا اس کا شوہر وفات پا گیا ہے۔اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جو عورت بیوہ ہوجاتی اسے ایک سال کی عدت گزارنا پڑتی اور اسے نہایت منحوس سمجھا جاتا۔ ایک سال تک اسے غسل اور منہ ہاتھ دھونے کے لئے پانی تک نہ دیا جاتا اور نہ پہننے کے لئے لباس فراہم کیا جاتا۔ جیساکہ حدیث نبویﷺ میں ہے۔

فَقَالَتْ زَيْنَبُ: كَانَتِ المَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا، دَخَلَتْ حِفْشًا، وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا، وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا حَتَّى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ، ثُمَّ تُؤْتَى بِدَابَّةٍ، حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ، فَتَفْتَضُّ بِهِ، فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ، ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطَى بَعَرَةً، فَتَرْمِي، ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ [9]

---

[7] الطاف حسین حالی، مسدس حالی، ص 14

[8] علامہ مرتضی زبیدی، تاج العروس(مکتبہ دارالھدایہ،۱۹۹۷ء)،۲۹ / ۱۰۱

[9] امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری شریف (دار طوق نجات بیروت۔ط 1422/1ھ)، رقم:5337

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



ترجمہ:حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو وہ ایک نہایت تنگ وتاریک کو ٹھڑی میں داخل ہو جاتی، سب سے برے کپڑے پہنتی اور خوشبو کا استعمال ترک کر دیتی ، یہاں تک کہ اسی حالت میں ایک سال گزر جاتا پھر کسی چوپائے گدھے یا بکری یا پرندہ کو اس کے پاس لایا جاتا اور و ہ عدت سے باہر آنے کے لیے اس پر ہاتھ پھیرتی ۔ ایسا کم ہو تا تھا کہ وہ کسی جانور پر ہاتھ پھیر دے اور وہ مر نہ جائے ۔ اس کے بعد وہ نکالی جاتی اور اسے مینگنی دی جاتی جسے وہ پھینکتی ، اب وہ خوشبو وغیرہ کوئی بھی چیز استعمال کر سکتی تھی۔

اہل عرب میں راوج یہ تھا کہ بیوہ عورت شوہروں کے وارثوں کی ملکیت بن جاتی تھی اور وہ جو چاہتے اس کے ساتھ کرسکتے تھے، اس کو تکلیفیں دےدے کر اس سے دین مہر معاف کراتےتھے، اور اس کو اپنی مرضی کے بغیر شادی نہیں کرنے دیتے تھے۔[10] شوہر کے مرنےیا طلاق دینے کے بعد اس کو اجازت نہیں تھی کہ اپنی پسند سے دوسرا نکاح کر سکے ، دوسرے سامان اور حیوانات کی طرح وہ بھی وراثت میں منتقل ہوتی رہتی تھی۔[11]

اسلام نےبیوہ عورتوں کے حقوق کا اتنا زیادہ خیال رکھا کہ دنیا کا کوئی مذہب اور معاشرہ اس کی نظیر نہیں دے سکتا۔چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ [12]

ترجمہ:اور جو لوگ تم میں سے مرجاویں اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو وہ وصیت کردیں اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک بغیر نکالنے کے گھر سے پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

ابتدائے اسلام میں بیوہ کی عدّت ایک سال کی تھی اور ایک سال کامل وہ شوہر کے یہاں رہ کر نان و نفقہ پانے کی مستحق ہوتی تھی کہ عرب کے لوگ اپنے مورث کی بیوہ کانکلنایاغیر سے نکاح کرنابالکل گوارا ہی نہ کرتے تھے اور اس کو عار سمجھتے تھے اس لئے اگر ایک دم چار ماہ دس روز کی عدت مقرر کی جاتی تو یہ ان پر بہت شاق

---

[10] سلیمان ندوی، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم(لاہور : ادارہ اسلامیات،2002ء)،٦ / ٤٢٩

[11] ابوالحسن الندوی، اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق وفرائض (لکھنؤ:جامعہ مؤمنات اسلامیہ، 1999ء)،39

[12] القرآن: ٢ / ٢٤٠

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



ہوتی لہذا بتدریج انہیں راہ پر لایا گیا، یہ آیت کریمہ تلاوت کے اعتبار سے اگرچہ مقدم ہے مگر نزول کے اعتبار سے موخر ہے، پھر ایک سال کی عدت تو اس آیت سے منسوخ ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ[13]

ترجمہ:اور جو لوگ مر جاویں تم میں سے اور چھوڑجاویں اپنی عورتیں تو چاہیے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن، پھر جب پورا کر چکیں اپنی عدت کو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ کریں وہ اپنے حق میں فائدے کے موافق اور اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے۔

بیوہ عورت کی عدت کی مدت بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے خرابیاں اور پریشانیاں بھی بہت تھیں، تو دین اسلام نے عدت کی مدت بھی چار مہینہ دس دن کردی، اور اس میں خرابی اور پریشانی بھی نہیں۔ انقضاء عدت کے بعد ایسی عورتیں دستور کے مطابق جو کریں اس میں ورثاء پر کوئی گناہ نہیں، کیونکہ عدت گزرنے کے بعد ان کو زیب وزینت اختیار کرنے اور نئے نکاح کی اجازت ہے۔ اور جو زیب و زینت اس سے پہلے ان کے لیے ممنوع تھی وہ اب مباح ہوگئی۔ ہاں اگر عدت کی تکمیل سے پہلے اس طرح کی کوئی بات کرتیں تو ان کے سرپرستوں اور دوسرے مسلمانوں کو ان کے روکنے کا حق تھا۔ یہاں تک کہ ان کو اس سلسلہ میں حکومت وقت سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی تو بھی لیتے۔ لیکن عدت کو پورا کر لینے کے بعد ان پر ایسی کوئی روک اور پابندی روا نہیں ۔ بلکہ وہ اپنے معاملے میں آزاد اور خود مختار ہیں ۔اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیوہ کے عقد ثانی کو برا سمجھنا چاہئے نہ اس میں رکاوٹ ڈالنی چاہئے، جیسا کہ ہندؤں کے اثرات سے ہمارے معاشرے میں یہ چیز پائی جاتی ہے۔

جاہل لوگ انہیں اپنے ظلم کا تختہء مشق بنائے ہوئے تھے ، خاص کر بیوہ عورت پر ایک ظلم یہ بھی ہوتا تھا کہ شوہر کے مر جانے کے بعد اس کے گھر کے لوگ اس کے مال کی طرح اس کی عورت کے بھی زبردستی وارث بن بیٹھتے تھےاگر وہ چاہتے تو دوسرے کسی کے نکاح میں دے دیتے اگر چاہتے تو نکاح ہی نہ کرنے دیتے میکے والوں سے زیادہ اس عورت کے حقدار سسرال والے ہی گنے جاتے تھے، وہ لوگ اس عورت کو مجبور کرتے کہ وہ مہر کے حق سے دست بردار ہو جائے یا یونہی بغیرنکاح کیے بیٹھی رہے اور ساری عمر یونہی رہنے پر مجبور ہوتی،

[13] القرآن: ٢ / ٢٣٤

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



یا خاوند کے مرتے ہی کوئی بھی آ کر اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتااور وہی اس کا مختار سمجھا جاتا ، اسلام نے ظلم کے ان تمام طریقوں سے منع فرمایا اورجاہلیت کی اس رسم کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی۔[14]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۗءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــــًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا[15]

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو اس نیت سے روکو نہیں کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیا ئی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی بیوہ خدمت نبویﷺ میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یہ دونوں بیٹیاں سعد بن ربیع کی ہیں جو غزوہ احد میں شہید ہوگئے ہیں ، اب ان کے چچا ان کا حق نہیں دینا چاہتے،جس پر آیت میراث نازل ہوئی، آپﷺ نے ان بچیوں کے چچا کو بلا کر فرمایا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دو اور انکی بیوہ کو آٹھواں حصہ اور اس کے بعد جو بچے وہ تمہارا ہے۔[16]

اقوام متحدہ نے2011 سے پہلی مرتبہ ہرسال23جون کو بیواؤں کے عالمی دن کے طور پر منانے کا اعلان کیا ہوا ہے، اس کا مقصد بیواؤں کے حوالے سے عوام میں شعور اور آگہی فراہم کرنا ہے، رپورٹ کے مطابق دنیا میں 245 ملین بیواؤں کی تعداد ہے کہ جو اپنے خاوند کے انتقال کے بعد نہایت مجبوری، کسمپرسی کے عالم میں گزار رہی ہیں، بھارت میں 50ملین جبکہ پاکستان میں 6ملین کے قریب بیوائیں موجود ہیں،رپورٹ کے مطابق ایسی بیوائیں کہ جن کے شوہر گورنمنٹ سروس کے دوران وفات پا جاتے ہیں ان کے لیے تو گورنمنٹ پنشن اور دیگر فنڈز کی مد میں مدد کرتی ہیں، مگر جن کے خاوند پرائیویٹ سیکٹر سے تعلق رکھتے ہیں ،ان کی باقی کی زندگی گزارنے کے لیے کوئی ادارہ موثر طور کام نہیں کر رہا اور ایسی بیواؤں کی تعداد بہت کثرت میں ہے جو نہایت مجبوری اور مایوسی کے عالم میں جی رہی ہیں۔ اس دن کے منانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ایسی بیوہ خواتین اور

---

[14] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ،مرتب:مصطفی السید محمد دار النشر (بیروت: مؤسسۃ قرطبۃ،۲۰۰۱ء)،۳ / ۳۹۶-۳۹۷

[15] القرآن: ٤ / ١٩

[16] ابو داؤد سلیمان ابن اشعث ، سنن ابوداؤد (دارالرسالہ العالمیۃ،ط2009/1م)،رقم:۲۸۹۱

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



ان کے بچوں کی فلاح بہبود کے لیے نہ صرف حکومتی سطح پر بلکہ عوامی سطح پر بھی ایسے ادارے قائم کیے جائیں جن سے ان کی سپورٹ اور مدد کی جاسکے۔[17]

ذاتی معلومات

جدول3.1 میں بیوہ خواتین کی عمروں کو پانچ زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ بیوائیں (32.9 فی صد) 41سے 50 سال کی عمر کے درمیان ہیں، جن کی تعداد 125ہے۔ دوسرے نمبر پر 31سے 40 سال کی بیوائیں ہیں جن کی تعداد 102ہے جو کہ 26.8فی صد بنتی ہے۔ 51سے 60 سال کی بیوائیں 72ہیں جو کہ 18.9فی صد بنتی ہیں۔ 18سے 30 سال کی عمر کی بیواؤں کی تعداد 48ہے جو 12.6فی صد کے برابر ہے، جب کہ 60سال سے زائد عمر کی خواتین کی تعداد 33ہے جو 8.7فی صد بنتی ہے۔

جدول3.1: بیوہ کی عمر

عمر کے زمرے (سال)	تعداد	فی صد
30-18	48	12.6 فی صد
40-31	102	26.8 فی صد
50-41	125	32.9 فی صد
60-51	72	18.9 فی صد
60 سے زائد	33	8.7 فی صد
کل	**380**	**100 فی صد**

جدول 3.2 کے مطابق، بیوہ خواتین کی اکثریت کا تعلق ضلع مظفرآباد سے ہے، جہاں سے 300خواتین کا ڈیٹا حاصل ہوا، جو کہ کل نمونے کا 78.9فی صد بنتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہٹیاں بالا سے 80 خواتین شامل ہوئیں، جو 21.1فی صد کے برابر ہے۔ اس تقسیم سے اندازہ ہوتا ہے کہ مظفرآباد میں بیوہ خواتین کی تعداد زیادہ ہے، جس کا مطلب ہے کہ اس ضلع میں بیواؤں کے مسائل اور ان کے حل پر زیادہ توجہ درکار ہے۔

[17] The Global World Report, A Global overview of Deprivation Faced by Widows and their Children. March 2015. The Loomba Foundation

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



جدول 3.2: بیوہ کا تعلق

ضلع	تعداد	فی صد
مظفرآباد	300	78.9 فی صد
ہٹیاں بالا	80	21.1 فی صد
کل	**380**	**100 فی صد**

بیوہ خواتین کے رہائشی پتے کو تین بنیادی زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے: شہری علاقے، دیہی مظفرآباداور دیہی ہٹیاں بالا۔ اعداد و شمار کے مطابق 42.1فی صد خواتین (160) شہری علاقوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ 36.8فی صد (140) کا تعلق دیہی مظفرآباد سے ہے، جب کہ 21.1فی صد (80) بیوائیں دیہی ہٹیاں بالا کی رہائشی ہیں۔ یہ اعداد و شمار واضح کرتے ہیں کہ بیوائیں صرف دیہی علاقوں تک محدود نہیں بلکہ شہری علاقوں میں بھی ان کی نمایاں تعداد موجود ہے، لہٰذا ان کی ضروریات اور مسائل کو شہری و دیہی تناظر میں الگ الگ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

جدول 3.3: بیوہ کا پتہ

علاقہ / یونین کونسل	تعداد	فی صد
سٹی ایریاز (شہری)	160	42.1 فی صد
دیہی مظفرآباد	140	36.8 فی صد
دیہی ہٹیاں بالا	80	21.1 فی صد
کل	**380**	**100 فی صد**

جدول3.4 میں بیوہ خواتین کی تعلیمی سطح کو پانچ زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سب سے بڑی تعداد میٹرک تعلیم یافتہ بیواؤں کی ہے (26.8 فی صد یا 102 خواتین)۔ دوسرے نمبر پر امی (ناخواندہ) خواتین ہیں جن کی تعداد 97ہے، جو کہ 25.5فی صد بنتی ہے۔ پرائمری تعلیم یافتہ بیوائیں 88 (23.2 فی صد) ہیں، جب کہ انٹرمیڈیٹ سطح تک تعلیم حاصل کرنے والی بیوائیں 52 (13.7 فی صد)ہیں۔ سب سے کم تعداد گریجویٹ یا اس سے زائد تعلیم یافتہ خواتین کی ہے جو 41(10.8 فی صد)ہیں۔ ان اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیوہ

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X

خواتین کی بڑی تعداد یا تو کم تعلیم یافتہ ہے یا بالکل ناخواندہ، جس کا براہ راست اثر ان کی روزگار کے مواقع، قانونی معلومات اور سماجی خودمختاری پر پڑتا ہے۔

جدول 3.4: تعلیمی قابلیت

تعلیمی سطح	تعداد	فی صد
امی (ناخواندہ)	97	25.5 فی صد
پرائمری	88	23.2 فی صد
میٹرک	102	26.8 فی صد
انٹرمیڈیٹ	52	13.7 فی صد
گریجویٹ یا اس سے زائد	41	10.8 فی صد
کل	**380**	**100 فی صد**

ان خواتین سے کیے گئے انٹرویوز کو تھیمیٹک تجزیہ کے تحت ترتیب دیا گیا ہے، جس کے ذریعے مختلف موضوعاتی نکات جیسے کہ معاشرتی رویے، مالی مشکلات، قانونی مسائل اور مذہبی و ثقافتی اثرات کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نفسیاتی مسائل اور ان کا حل

بیوگی عورت کی زندگی میں ایک ایسا مرحلہ ہوتا ہے جو نہ صرف اس کے جذباتی وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے بلکہ اسے سماجی، معاشی اور نفسیاتی طور پر بھی عدم تحفظ کا شکار بنا دیتا ہے۔ شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو جس شدت کے ساتھ ذہنی دباؤ کا سامنا ہوتا ہے، وہ بسا اوقات معاشرے کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ مظفرآباد اور ہٹیاں بالا کی 380 بیوہ خواتین کے ساتھ کیے گئے انٹرویوز سے معلوم ہوا کہ اکثریت نے بیوگی کے بعد کسی نہ کسی قسم کے نفسیاتی مسائل کا سامنا کیا۔ ذیل میں ان مسائل کو ان کی اپنی زبانی بیان کیا جا رہا ہے۔سب سے زیادہ دہرایا جانے والا مسئلہ "شدید تنہائی" اور شوہر کی "جسمانی اور جذباتی کمی" تھا۔ اکثر خواتین نے بتایا کہ وہ دن کے بیشتر اوقات خاموشی اور اداسی میں گزارتی ہیں۔

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



"میری تو زندگی ہی ختم ہو گئی۔ بچوں کی خاطر جیتے ہیں، لیکن دل کے اندر جو خلا ہے، وہ کوئی نہیں بھر سکتا۔ رات کو اکثر خاموشی میں روتی ہوں۔"[18]

عورت اپنے شوہر کی موت کے بعد احساس کرتی ہے کہ اس کی زندگی کی خوشی ختم ہو چکی ہے۔ وہ بچوں کے لیے زندہ ہے، لیکن دل میں ایک خلا ہے جسے کوئی بھی پورا نہیں کر سکتا۔ رات کے وقت جب سب سو جاتے ہیں، وہ خاموشی میں اپنی تکلیف کا اظہار کرتی ہے اور روتی ہے۔

"شوہر کے بعد نہ صرف میرا سہارا چھن گیا بلکہ وہ دوست بھی چلا گیا جو ہر بات سنتا تھا۔ اب دل کی بات کسی سے نہیں کہہ سکتی۔" [19]

شوہر کی موت کے بعد نہ صرف اس کا سب سے بڑا سہارا چلا گیا بلکہ وہ دوست بھی نہیں رہا جو ہمیشہ اس کی باتوں کو سنتا تھا۔ اب وہ اپنے دل کی بات کسی سے نہیں کر سکتی، کیونکہ اس کا کوئی ایسا قریبی نہیں رہا جو اسے سمجھ سکے اور سن سکے۔ کئی بیوہ خواتین نے کھلے الفاظ میں ڈپریشن کا اظہار کیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ بظاہر نارمل نظر آتی ہیں لیکن اندر سے وہ مایوسی اور بیزاری کا شکار ہیں۔

"لوگ سمجھتے ہیں کہ وقت کے ساتھ دکھ کم ہو جاتا ہے، لیکن مجھے لگتا ہے میں دن بہ دن اندر سے مر رہی ہوں۔ کئی بار دل چاہتا ہے کہ بس سب ختم ہو جائے۔" [20]

لوگوں کا ماننا ہے کہ وقت کے ساتھ دکھ کم ہو جاتے ہیں، لیکن اس کے لیے ایسا کچھ نہیں ہے۔ وقت گزرنے کے باوجود وہ اندر سے زیادہ کمزور اور ٹوٹ چکی ہے۔ اس کی حالت اتنی خراب ہو چکی ہے کہ وہ زندگی سے تھک چکی ہے اور کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ بس سب کچھ ختم ہو جائے۔ کئی خواتین نے واضح کیا کہ بیوگی نے انہیں اندر سے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ وہ خوشی محسوس کرنے کی صلاحیت کھو چکی ہیں اور جذباتی طور پر کمزور ہو گئی ہیں۔

"شوہر کے بعد دل جیسے پتھر ہو گیا ہے۔ ہنسی تو آتی ہے، لیکن دل سے نہیں۔" [21]

بعض خواتین نے بتایا کہ بیوگی کے بعد ان کی یادداشت اور توجہ کی صلاحیت متاثر ہوئی ہے۔ وہ روزمرہ کے کام بھولنے لگتی ہیں یا توجہ مرکوز نہیں رکھ سکتیں۔

---

[18] بیوہ، عمر 44 سال، مظفر آباد

[19] بیوہ، عمر 38 سال، ہٹیاں بالا

[20] بیوہ، عمر 50 سال، مظفر آباد

[21] بیوہ، عمر 39 سال، مظفر آباد

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



"پہلے میں ہر چیز وقت پر یاد رکھتی تھی، اب چیزیں بھول جاتی ہوں۔ جیسے دماغ بند ہو گیا ہو۔" [22]

نیند کا متاثر ہونا ایک عام مسئلہ پایا گیا۔ خواتین نے بتایا کہ وہ گھنٹوں جاگتی رہتی ہیں یا رات کو ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔

"رات بھر نیند نہیں آتی۔ آنکھیں بند کرتی ہوں تو شوہر کی قبر کا منظر آ جاتا ہے۔" [23]

کئی بیوہ خواتین نے یہ بھی کہا کہ وہ معمولی بات پر غصہ کرنے لگی ہیں، خاص طور پر بچوں پر، حالانکہ دل سے وہ ایسا نہیں چاہتیں۔کئی بیوہ خواتین نے بتایا کہ ان کے لیے شوہر کے انتقال کے بعد زندگی کا مقصد ہی ختم ہو گیا۔ ان میں سے کچھ نے زندگی ختم کرنے کی خواہش کا بھی اظہار کیا، جو شدید مایوسی کی علامت ہے۔

"شوہر کے بعد سب ختم ہو گیا۔ جینے کا کوئی مطلب نہیں رہا۔ اللہ سے بس موت کی دعا کرتی ہوں۔" [24]

یہ خواتین روزانہ زندگی کو بوجھ سمجھ کر گزارتی ہیں۔ ان کے چہروں پر مردنی، آنکھوں میں خوفاور باتوں میں اداسی نمایاں ہے۔کچھ خواتین ایسی بھی تھیں جو خودکشی یا شدید ذہنی دباؤ کی بات نہیں کرتیں، لیکن مسلسل اداسی، بے چینی اور تھکن کا ذکر کرتی ہیں۔ یہ مایوسی درمیانے درجے کی ہے، جو روزمرہ زندگی پر اثر ڈالتی ہے۔

"کبھی کبھی لگتا ہے کہ میں بس دوسروں کے لیے زندہ ہوں، میرے لیے کچھ نہیں بچا۔" [25]

ایسی خواتین اکثر اپنے غم کو چھپاتی ہیں، لیکن اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتی ہیں۔بعض خواتین نے مایوسی کا ذکر تو کیا، مگر ساتھ یہ بھی بتایا کہ وقت کے ساتھ ساتھ حالات بہتر ہو رہے ہیں یا وہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ ان کے اندر امید کی کرن موجود ہے۔

"شروع میں بہت زیادہ مایوس تھی، لیکن اب تھوڑا بہتر ہوں۔ بچوں کی خاطر خود کو سنبھالا ہے۔" [26]

یہ رویہ مایوسی سے نکلنے کی طرف اشارہ کرتا ہےاور یہ خواتین روحانی اور معاشرتی طور پر نسبتاً مضبوط دکھائی دیتی ہیں۔ان خواتین کی مایوسی کی بنیادی وجوہات درج ذیل ہیں:

---

[22] بیوہ، عمر 52 سال، مظفرآباد

[23] بیوہ، عمر 45 سال، مظفرآباد

[24] بیوہ، عمر 42 سال، ہٹیاں بالا

[25] بیوہ، عمر 47 سال، ہٹیاں بالا

[26] بیوہ، عمر 38 سال، مظفرآباد

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



- شوہر کے انتقال کے بعد آمدن بند ہو جانا
- خاندان اور محلے والوں کی بےرخی
- معاشرے میں عزت و وقار کا کم ہو جانا
- تنہا ماں کی حیثیت سے ذمہ داری اٹھانا
- نئی زندگی شروع کرنے کی خواہش کو دبایا جانا

بیوگی کے بعد بیوہ عورت صرف اپنے ذاتی غم سے دوچار نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے بچوں کی پرورش، تعلیم، حفاظت اور مستقبل کے بارے میں مسلسل فکرمند رہتی ہے۔ یہ فکریں آہستہ آہستہ ایک ایسے ذہنی بوجھ میں تبدیل ہو جاتی ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ بیوہ خواتین کے مطابق، بچوں کی ضروریات، ان کے جذبات اور سماجی ردعمل ان کی نفسیاتی کیفیت کو شدید متاثر کرتے ہیں۔اکثر خواتین نے بچوں کی تعلیم کے حوالے سے شدید فکرمندی کا اظہار کیا:

"شوہر کے بعد سب کچھ رک گیا۔ بچوں کی فیس دینی ہو، کتابیں خریدنی ہوں، تو پہلے دماغ میں ایک طوفان اٹھتا ہے۔ نیند حرام ہو جاتی ہے۔" [27]

یہ کیفیت بیوہ عورت کے ذہن پر ایسا بوجھ ڈالتی ہے جو مسلسل احساسِ ناکامی کو جنم دیتا ہے۔بچوں کی بیماری بھی بیوہ ماؤں کے لیے ذہنی اذیت کا سبب بن جاتی ہے:

"جب بچی کو تیز بخار ہوا، تو میرے پاس دوا کے پیسے بھی نہیں تھے۔ سوچا کاش میں بھی مر جاتی۔" [28]

یہ احساس بےبسی، ذہنی تناؤ اور مسلسل اضطراب میں بدل جاتا ہے۔بعض خواتین نے بتایا کہ ان کے بچوں کو بیوگی کا سماجی داغ سہنا پڑتا ہےاور یہ ماں کے لیے سب سے بڑا ذہنی بوجھ بن جاتا ہے:

"بچی کو رشتے دار کہتے ہیں کہ تمہاری ماں بیوہ ہے، اس لیے تم پر کوئی دھیان نہیں دے گا۔ یہ سن کر میرا دل دہل گیا۔" [29]

ایسے جملے ماں کے ذہن پر شدید اثر ڈالتے ہیں اور وہ احساسِ جرم، بےچارگی اور تنہائی میں ڈوب جاتی ہے۔خواتین کی ایک بڑی تعداد نے بچوں کے مستقبل کے حوالے سے گہرے اضطراب کا اظہار کیا:

---

[27] بیوہ، عمر 36 سال،مظفرآباد

[28] بیوہ، عمر 41 سال،مظفرآباد

[29] بیوہ، عمر 35 سال،ہٹیاں بالا

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



"میرے بچے چھوٹے ہیں اور میں سوچتی ہوں کہ ان کی شادی کون کرے گا؟ کون ان کے سر پر ہاتھ رکھے گا؟ یہ سوال مجھے سونے نہیں دیتا۔" [30]

یہ فکریں دن رات ماں کے ذہن کو گھیر لیتی ہیں اور ذہنی دباؤ میں اضافہ کرتی ہیں۔کچھ بیوہ خواتین نے بتایا کہ باپ کی عدم موجودگی میں بچے بگڑنے لگے، جو ان کے لیے مزید ذہنی پریشانی کا باعث بنا:

"بیٹی ضدی ہو گئی ہے، غصہ کرتی ہے، اسکول نہیں جاتی۔ سوچتی ہوں کہ میرے بعد اس کا کیا ہوگا؟" [31]

یہ رویے ماں کو مسلسل فکر، شرمندگی اور احساسِ تنہائی میں مبتلا کرتے ہیں۔بیوہ خواتین اکثر اپنے بچوں کی ہر کمی کو اپنی ناکامی سمجھتی ہیں، جو کہ ذہنی دباؤ کا اہم سبب ہے:

"جب بیٹی کو کسی فنکشن میں نہ بھیج سکوں تو وہ ناراض ہو جاتی ہےاور میں ساری رات روتی ہوں۔" [32]

یہ احساسات انہیں مسلسل خود پر ملامت اور ذہنی تھکن میں مبتلا رکھتے ہیں۔بچوں کی پریشانیوں نے خواتین کو نفسیاتی مسائل میں بھی مبتلا کر دیا:

"رات کو سونے سے پہلے بچوں کے چہرے ذہن میں آتے ہیں اور دل میں دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔" [33]

بیشتر بیوہ خواتین نے بتایا کہ انہیں سب سے زیادہ ذہنی تکلیف اس وقت محسوس ہوتی ہے جب وہ بچوں کی بنیادی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہوتی ہیں۔ یہ احساس اُن کے لیے نہ صرف دکھ کا باعث بنتا ہے بلکہ ان کی خودی کو بھی مجروح کرتا ہے۔

نفسیاتی مسائل کا حل

بیوگی کے بعد غم، صدمہ اور تنہائی ایک فطری عمل ہے۔ اسلام اس دکھ کو تسلیم کرتا ہے اور صبر کو سب سے بہترین علاج قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِؕ-وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَۙ [34]

---

[30] بیوہ، عمر 38 سال،مظفرآباد

[31] بیوہ، عمر 36 سال،ہٹیاں بالا

[32] بیوہ، عمر 37 سال،ہٹیاں بالا

[33] بیوہ، عمر 39 سال،مظفرآباد

[34] القرآن: ۲ / ۱۵۵

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



ترجمہ:اور ہم ضرور تمہیں کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کوخوشخبری سنا دو۔

یہ آیت بیوہ عورت کے لیے امید کی روشنی ہے کہ وہ اپنے دکھ کو اللہ کے سپرد کرےاور صبر کی روش اختیار کرے، تو اللہ اسے بہتر اجر دے گا۔رسول اللہ ﷺ نے بیوہ عورت کی دلجوئی کو عظیم اجر والا عمل قرار دیا ہے۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جس نے کسی بیوہ یا محتاج کی کفالت کی، وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔یہ تعلیمات ہمیں بتاتی ہیں کہ اگر معاشرہ بیوہ عورت کا سہارا بنے، اس کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کرے، تو وہ عورت تنہائی، مایوسی اور بے بسی سے باہر آ سکتی ہے۔اسلام نے بیوہ عورت کو مالی تحفظ دینے کے لیے زکوٰۃ، صدقہاور وراثت جیسے کئی اصول رکھے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ[35]

ترجمہ:اور یتیموں کو ان کے مال دو اور ستھرے کے بدلے گندا نہ لو۔

اسلامی نظام میں بیوہ کو اس کا شرعی حصہ دیا جانا ضروری ہے۔ اگر وراثت میں بیوہ کو حق ملے، اگر بیت المال یا معاشرتی ادارے ان کی مدد کریں، تو مالی پریشانیوں سے نکل کر وہ زندگی کا نیا سفر باوقار طریقے سے شروع کر سکتی ہیں۔بیوہ خواتین کے لیے ایک مؤثر حل یہ ہے کہ ان کے لیے دینی تربیت اور روحانی مشاورت کا انتظام کیا جائے۔ قرآن اور سیرت النبی ﷺ پر مبنی رہنمائی ان کے ذہنی سکون کا باعث بن سکتی ہے۔ ذکر، دعااور قرآن کی تلاوت ان کے دل و دماغ کو سکون دیتی ہے۔ روحانی تربیت سے نہ صرف دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے بلکہ زندگی کے مسائل کا سامنا کرنے کا حوصلہ بھی پیدا ہوتا ہے۔بیوہ خواتین کی ایک بڑی فکر بچوں کی کفالت اور تربیت ہوتی ہے۔ اسلام نے والدین کی ذمہ داریوں کو بہت اہمیت دی ہے۔ قرآن میں کہا گیا:

یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ[36]

ترجمہ:اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے۔

بیوہ ماں اگر دینی اصولوں کے مطابق بچوں کی تربیت کرے اور کمیونٹی یا اہل خیر اس میں تعاون کریں، تو بچوں کے مسائل میں کمی آ سکتی ہے۔ اسلام بیوہ کی دوسری شادی کو جائز اور قابل تحسین عمل سمجھتا ہے۔ ام المؤمنین

---

[35] القرآن: ٤ / ٢

[36] القرآن: ٤ / ١١

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیوہ تھیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔ قرآن مجید میں واضح حکم ہے:

وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا۟ بِأَمْوَٰلِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَٰفِحِينَ [37]

ترجمہ:اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو۔

بیوہ کی شادی کو معاشرتی عیب نہیں بلکہ دینی فریضہ سمجھا جائےاور اس پر کوئی سماجی دباو یا طعنہ نہ ہو، تو وہ اپنی زندگی کو دوبارہ سنوار سکتی ہے۔اسلام میں ہر انسان کو عزت و وقار کا حق دیا گیا ہے، خصوصاً خواتین کو۔ یہ عزت بیوہ خواتین کے لیے بھی ہے۔ ان کو معاشرتی ہمدردی، کام کے مواقعاور دینی تربیت کے ذریعے دوبارہ معاشرے کا فعال حصہ بنایا جا سکتا ہے۔

عائلی مسائل اور ان کا حل

بیوگی کے بعد خواتین کو سب سے پہلے جن مسائل کا سامنا ہوتا ہے وہ عائلی اور سماجی نوعیت کے ہوتے ہیں، خاص طور پر سسرال والوں کا رویہ۔ بیوہ خواتین کے لیے سسرال کا رویہ زندگی کے اگلے مرحلے کو سہل یا مزید دشوار بنا سکتا ہے۔ ضلع مظفرآباد اور ضلع ہٹیاں بالا میں کیے گئے انٹرویوز کے مطابق، بیوگی کے بعد سسرال کا رویہ نہایت مختلف نوعیت کا رہا — کچھ خواتین کو سسرال نے سہارا دیا، مگر اکثریت کو بے دخلی، طعنوں، یا مکمل نظرانداز کیے جانے جیسے رویوں کا سامنا کرنا پڑا۔کچھ خواتین نے اعتراف کیا کہ ان کے سسرال نے بیوگی کے بعد ان کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق کا مظاہرہ کیا، انہیں گھر میں رکھا اور بچوں کی پرورش میں مدد دی۔

"میرے سسرال نے مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح رکھا۔ شوہر کی جگہ تو کوئی نہیں لے سکتا، مگر انہوں نے مجھے کبھی اکیلا محسوس نہیں ہونے دیا۔" [38]

ایسی خواتین کی تعداد محدود تھی تقریباً 15فی صد لیکن ان کا تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اگر سسرال انسانی ہمدردی، اسلامی تعلیمات اور خاندان کے تصور کو مدنظر رکھتے ہوئے رویہ اپنائے تو بیوہ خواتین کی زندگی آسان ہو سکتی ہے۔اکثر بیوہ خواتین نے شکایت کی کہ سسرال نے نہ صرف ان کے ساتھ رویہ تبدیل کر لیا، بلکہ انہیں عملی طور پر بے دخل بھی کر دیا، یا ان کی ضروریات کا خیال نہیں رکھا۔

---

[37] **القرآن:** ٤ / ٢٤

[38] بیوہ، عمر 32 سال،مظفرآباد

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



"شوہر کے چالیسویں کے بعد ہی سسرال نے کہنا شروع کر دیا کہ اب تمہاری جگہ میکے میں ہے۔" [39]

یہ روایے معاشرتی ناانصافی اور اسلامی تعلیمات کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہیں۔بیشتر بیوہ خواتین کو جائیداد کے حوالے سے سسرال سے جھگڑوں کا سامنا رہا۔ انہیں ان کے شوہر کی ملکیت میں سے حصہ نہ دیا گیا یا قانونی طریقے سے محروم کر دیا گیا۔

"شوہر نے زمین میرے اور بچوں کے نام کی تھی، مگر دیوروں نے جعلی دستخطوں سے سب اپنے نام کروالیا۔" [40]

وراثتی مسائل میں خواتین کو نہ صرف سسرال بلکہ قانونی نظام کی پیچیدگیوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔کئی خواتین نے بتایا کہ ان کے سسرال نے ان پر زور دیا کہ وہ دوبارہ شادی کر لیں، بعض اوقات سسرال کے کسی فرد سے۔ یہ عمل خواتین کے لیے مزید ذہنی اذیت کا سبب بنا۔

"دیور سے نکاح کا دباؤ تھا، جب انکار کیا تو کہا کہ بچوں کو لے کر نکل جاؤ۔" [41]

یہ اقتباس بیوہ عورت کی بے دخلی، اختیار کی کمی اور خاندان کے اندر رشتوں کی مشروط حیثیت کو عیاں کرتا ہے۔ شوہر کے انتقال کے بعد ساس کا یہ کہنا کہ "ہمارے خاندان میں نہیں رہو گی تو ہمارے گھر میں بھی نہیں رہ سکتی" دراصل ایک طرح کی جذباتی اور عملی بلیک میلنگ ہے۔ یہ عورت کی خودمختاری پر قدغن ہے — گویا عورت کو اپنا وجود قائم رکھنے کے لیے خاندان کے قواعد، رسم و رواج اور تابعداری کی شرائط کو قبول کرنا ہوگا، ورنہ اسے گھر سے نکال دیا جائے گا۔ اس جملے سے یہ پیغام ملتا ہے کہ بیوہ عورت کا گھر پر حق صرف اسی وقت تسلیم کیا جائے گا جب وہ خاندان کی مرضی کے مطابق زندگی گزارے؛ ورنہ وہ اس مقام کی حق دار نہیں، جو پہلے شوہر کی بیوی ہونے کے ناطے اسے حاصل تھا۔

"کہتے ہیں تم منحوس ہو، میرے بیٹے کو کھا گئی۔" [42]

یہ اقتباس انتہائی دردناک اور تکلیف دہ ہے ۔یہ عورت کی عزت نفس، جذبات اور وقار کو پامال کرنے والی سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔ جب کسی عورت پر یہ الزام لگایا جائے کہ وہ "منحوس" ہے اور اس کے وجود کو ہی کسی کی موت کی وجہ سمجھا جائے، تو یہ صرف ایک جذباتی زیادتی نہیں بلکہ مکمل نفسیاتی تشدد ہے۔ یہ اقتباس ایک بیوہ کو

---

[39] بیوہ، عمر 29 سال،دیہی مظفرآباد

[40] بیوہ، عمر 37 سال،دیہی مظفرآباد

[41] بیوہ، عمر 30 سال،مظفرآباد

[42] بیوہ، عمر 34 سال،دیہی مظفرآباد

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



اُس کے سب سے بڑے دکھ پر مزید اذیت دینے کے مترادف ہے۔ وہ پہلے ہی شوہر کے صدمے سے دوچار ہےاور اب اس پر یہ الزام کہ وہ اس کی موت کی وجہ بنی، انسانیت سوز ہے۔ یہ دقیانوسی، توہم پرستانہاور جاہلانہ سوچ معاشرے میں بیوہ عورتوں کے خلاف پائے جانے والے ظلم کا بدترین مظہر ہے۔ یہ عورت کو بدقسمتی کی علامت بنا کر نہ صرف تنہا کر دیتا ہے بلکہ اس کے جینے کا حق بھی چھین لیتا ہے۔

"ہر بات پر طعنہ دیتے ہیں، جیسے بیوہ ہونا کوئی جرم ہو۔" [43]

بیوگی کے بعد مالی وسائل کی دستیابی بیوہ خواتین کا ایک بڑا چیلنج بن جاتی ہےاور ایسے میں خاندان والوں کی مدد بہت اہم ہو جاتی ہے۔ تاہم تحقیق کے دوران معلوم ہوا کہ یہ مدد ہر خاتون کو دستیاب نہیں، بلکہ بعض کو سہارے ملے اور اکثریت کو محرومی۔تقریباً 22فی صد خواتین نے بتایا کہ ان کے والدین، بھائیوں یا دیگر قریبی رشتہ داروں نے ان کی مالی مدد کی، یا بچوں کے تعلیمی و روزمرہ اخراجات میں ہاتھ بٹایا۔

"میرے والد نے میری اور بچوں کی تمام ذمہ داری اٹھا لی، اگر وہ نہ ہوتے تو شاید بھوکے مر جاتے۔" [44]

یہ اقتباس امید، رشتے کی مضبوطی اور بھائی بہن کے درمیان ایک باوقار اور محبت بھری شراکت کا عکاس ہے۔ بیوہ عورت کے لیے زندگی کا سفر نہایت کٹھن ہوتا ہے — خاص طور پر جب وہ تنہا ہو، معاشی طور پر کمزور ہواور بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمے داری اس کے کندھوں پر ہو۔ ایسے میں اگر کوئی بھائی ہر ماہ مالی تعاون فراہم کرتا ہے تو یہ صرف روپے پیسے کی بات نہیں رہتی، بلکہ ایک اخلاقی، جذباتی اور عملی سہارا بن جاتا ہے، جو عورت کو اپنے قدموں پر کھڑے رہنے کا حوصلہ دیتا ہے۔یہ اقتباس اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ہر مرد رکاوٹ نہیں ہوتا —

عائلی مسائل کا حل

بیوگی کے بعد عورت کو نہ صرف نفسیاتی بلکہ عائلی مسائل کا بھی سامنا ہوتا ہے۔ سسرال کا رویہ، بچوں کی کفالت، مالی مسائل، دوسری شادی کے بارے میں دباؤاور خود مختاری کی کمی جیسے چیلنجز بیوہ خواتین کی زندگی کو دوہرا بوجھ بنا دیتے ہیں۔ ان مسائل کا حل قرآن، سنتِ نبوی ﷺ اور فقہ اسلامی میں واضح طور پر موجود ہے، جسے عملی طور پر نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔قرآن پاک میں بیوہ خواتین کے حقوق کے تحفظ کی واضح ہدایات

[43] بیوہ، عمر 46 سال،بٹیاں بالا

[44] بیوہ، عمر 33 سال،مظفرآباد

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



موجود ہیں۔ بیوہ کی کفالت، اس کی دوبارہ شادی اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کئی مقامات پر کی گئی ہے۔

وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًاۚ-فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ[45]

ترجمہ:اور تم میں سے جو مرجائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار مہینے اوردس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب وہ اپنی(اختتامی) مدت کو پہنچ جائیں تو اے والیو! تم پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شریعت کے مطابق کرلیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

یہ آیت نہ صرف عدت کی مدت واضح کرتی ہے بلکہ بیوہ کو اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے کی اجازت بھی دیتی ہے۔ اس میں خودمختاری کا تصور ملتا ہے، جسے موجودہ دور میں اکثر خاندان نظر انداز کرتے ہیں۔یہ آیت بیوہ عورت کے عدت کے حکم کو بیان کرتی ہے، جو کہ شوہر کے انتقال کے بعد چار ماہ دس دن ہے۔ یہ مدت عورت کے غم، استراحت اور نئے مرحلے کی تیاری کا وقت ہے۔ یہ حکم ایک طرف شوہر کے ساتھ رشتے کی عظمت کا اظہار ہےاور دوسری طرف عورت کو سنبھلنے کا مہلت دینے کا عمل بھی ہے۔اہم بات یہ ہے کہ عدت پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ واضح الفاظ میں بیوہ کو اس کی زندگی کے بارے میں خود فیصلہ کرنے کا حق دیتے ہیں۔"تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے بارے میں جو مناسب سمجھیں کریں"یہ اقتباس ایک بہت بڑی اخلاقی اور معاشرتی اصول کا اعلان ہے :بیوہ عورت کو اپنے بارے میں مناسب فیصلہ کرنے کی مکمل آزادی ہےاور کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔یعنی نہ سسرال، نہ بھائی، نہ معاشرہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ بیوہ عورت کی دوسری شادی، یا تنہا زندگی، یا کسی اور فیصلہ پر طعنہ دے، دباؤ ڈالے، یا الزام لگائے۔ شریعت اس کی خودمختاری کو تسلیم کرتی ہے۔اسلام بیوہ کی دوسری شادی کو قابلِ ستائش قرار دیتا ہے، تاکہ وہ معاشی اور سماجی تحفظ حاصل کر سکے۔

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَۚ-فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْؕ-ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا[46]

---

[45] القرآن: ٢ / ٢٣٤

[46] القرآن: ٤ / ٣

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



ترجمہ:اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں ،دو دو اور تین تین او ر چار چار پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈرہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو صرف ایک (سے نکاح کرو) یا لونڈیوں (پر گزارا کرو) جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

یہ آیت معاشرتی فلاح و اصلاح کی دعوت دیتی ہے کہ بیواؤں سے نکاح کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام بیوہ عورت کو نہ تو سماج پر بوجھ سمجھتا ہے، نہ بے وقعت — بلکہ اسے ایک قابلِ عزت شریکِ حیات کی حیثیت دیتا ہے۔یہ آیت ان سب معاشرتی دقیانوسی رویوں کی تردید کرتی ہے جن میں بیوہ عورت کو منحوس، کمتر یا "زندہ لاش" بنا دیا جاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ان سے نکاح کرو، یعنی ان کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز ممکن ہے، جائز ہےاور قابلِ فخر ہے۔یہ درحقیقت بیوہ عورت کے لیے معاشرتی بحالی اور اخلاقی احترام کا اعلان ہے۔ ایسا نکاح صرف اس عورت کی زندگی میں خوشی لاتا ہے بلکہ بچوں کے لیے بھی مکمل خاندان کا ماحول پیدا کرتا ہے۔بیوگی کے بعد عورت کو دوبارہ شادی کی اجازت نہ صرف قرآن دیتا ہے بلکہ اسے معاشرتی عمل کے طور پر اپنانے کی بھی تاکید کرتا ہے۔علامہ ابن قیمؒ اپنی کتاب "زاد المعاد" میں فرماتے ہیں:

"اسلام نے بیوہ کو ہر وہ حق دیا ہے جو ایک آزاد، بالغ اور باعزت انسان کو دیا جاتا ہے، اس کے فیصلے میں مداخلت ظلم ہے۔" [47]

یہ اقتباس نہایت اہم بنیاد فراہم کرتا ہے — کہ بیوہ ہونا کسی بھی انسان کی حیثیت کو کم نہیں کرتا۔ اسلامی تعلیمات میں بیوہ عورت کو وہی عزت، اختیار اور انسانی وقار دیا گیا ہے جو کسی بھی آزاد، بالغ اور باشعور فرد کا حق ہے۔بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں بیوہ عورت کو اکثر کمزور، مجبور یا بے حیثیت تصور کیا جاتا ہے — اسے فیصلوں سے دور رکھا جاتا ہے، اس کی مرضی کو "جذباتی یا ناپختہ" کہہ کر نظرانداز کیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام ایسی کسی تفریق کو تسلیم نہیں کرتا۔ اسلام کہتا ہےعورت بالغ ہو تو وہ اپنے فیصلے خود کر سکتی ہے۔اس کے نکاح، رہائش، بچوں کی تربیت، یا مالی معاملات میں مداخلت ظلم کے زمرے میں آتی ہے۔اس پر دباؤ ڈالنا یا اسے مجبور کرنا، خلافِ شریعت اور خلافِ انصاف ہے۔

قانونی مسائل اور ان کا حل

وراثت کا حصول ہر مسلمان عورت کا شرعی اور قانونی حق ہے۔ پاکستان کا آئین اور مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 اس حق کو تحفظ دیتا ہے، جبکہ قرآن مجید میں واضح طور پر بیوہ کے حصے کا ذکر موجود ہے۔

[47] Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Zād al-Maʿād (Beirut, Mu’assasah al-Risalah, 1984), 3/46

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X

وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚفَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕوَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚفَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕوَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕوَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ

ترجمہ:اور تمہاری بیویاں جو (مال) چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تواس میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے ۔(یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو انہوں نے کی ہو اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے) اور اگر تمہارے اولاد نہ ہو توتمہارے ترکہ میں سے عورتوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جانا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد (میں سے) کوئی نہ چھوڑا اور (صرف) ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر وہ (ماں کی طرف والے) بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں گے (یہ دونوں صورتیں بھی) میت کی اس وصیت اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوں گی جس (وصیت) میں اس نے (ورثاء کو) نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ بڑے علم والا، بڑے حلم والا ہے۔ [48]

لیکن عملی طور پر مظفرآباد اور ہٹیاں بالا کی بیوہ خواتین کی اکثریت اس حق سے محروم رہتی ہے۔

"میرے شوہر کی زمین کافی تھی، مگر دیور نے کہا کہ بیواؤں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ مجھے دھمکی بھی دی گئی کہ اگر وراثت کا نام لیا تو بچوں کو نقصان پہنچے گا۔" [49]

اس اقتباس میں ایک بیوہ عورت کی طرف سے اس دردناک حقیقت کی عکاسی کی گئی ہے جو ہمارے معاشرے میں کئی خواتین کو درپیش ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اس کے شوہر کی زمین کافی تھی، یعنی مالی لحاظ سے وہ تنگدست نہ تھیں، لیکن جیسے ہی شوہر کا انتقال ہوا، خاندان کے مرد—خصوصاً دیور—نے جائیداد پر قبضہ جمانا چاہا۔ یہاں

[48] **القرآن:** ٤ / ١٢

[49] بیوہ خاتون, عمر 42, مظفرآباد

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X

"دیور نے کہا کہ بیواؤں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا" دراصل ایک جھوٹا اور گمراہ کن دعویٰ ہے جو اکثر مرد حاضرات عورتوں کو وراثت سے محروم رکھنے کے لیے کرتے ہیں، حالانکہ اسلامی شریعت میں بیوہ کا واضح اور مقرر حصہ موجود ہے۔ اس جملے میں محض جائیداد چھیننے کی بات نہیں، بلکہ ایک عورت کے حقوق کو دانستہ طور پر دبانے کا مکروہ عمل نمایاں ہے۔

"مجھے پتہ ہے کہ شریعت میں حصہ ہے، مگر وکیل کرنا اور کورٹ جانا ایک بیوہ کے لیے آسان نہیں۔ غربت بھی ہے اور وقت بھی نہیں۔" [50]

ایک بیوہ کے لیے سب سے بڑی ترجیح اس کے بچے ہوتے ہیں اور وہ صرف اس لیے خاموش ہو جاتی ہے کہ ان کا سر چھت سے محروم نہ ہو جائے۔ اس خاموشی میں طاقت نہیں، بے بسی ہے۔ یہ وہ المیہ ہے جہاں عورت کے قانونی حق اور عملی حقیقت میں ایک اندھی دیوار کھڑی کر دی جاتی ہے، جس کا سہارا طاقتور رشتے دار لیتے ہیں۔ اس طرح عورت کو حق مانگنے پر "سزا" دی جاتی ہےاور وہ اپنے بچوں کی خاطر اپنا منہ بند رکھتی ہے۔

"بس ایک کمرے کا حصہ دے دیا گیا اور کہا گیا کہ یہی تمہارا حصہ ہے۔ مجھے نہیں معلوم میرا اصل حق کتنا تھا۔" [51]

بیوہ خواتین کو وراثتی حقوق، بچوں کی تحویل، نان و نفقہ، سسرال کی زیادتی، یا دوسرا نکاح نہ کرنے پر دباؤ جیسے کئی معاملات میں عدالت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تاہم، مظفرآباد اور ہٹیاں بالا کی اکثریتی بیوہ خواتین عدالت جانے سے کتراتی ہیں، جس کی کئی وجوہات ہیں:

"مجھے کہا گیا کہ اگر وراثت مانگی تو کورٹ جانا پڑے گا۔ مجھے کورٹ کا نام سن کر ہی ڈر لگتا ہے، یہ مردوں کا کام ہے۔" [52]

عدالت کا نام سن کر بہت سی خواتین خوفزدہ ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کے نزدیک عدالت کا مطلب ہے بدنامی، طویل چکراور اخراجات۔ ان کے مطابق، یہ ایک مردانہ دنیا ہے جہاں عورت کی بات نہیں سنی جاتی۔

"جب میں نے کہا کہ بچوں کا خرچہ نہیں مل رہا تو مجھے دھمکی دی گئی کہ اگر عدالت گئی تو بچے مجھ سے چھین لیے جائیں گے۔" [53]

---

[50] بیوہ، عمر 38, ہٹیاں بالا

[51] بیوہ، عمر 50, ہٹیاں بالا

[52] بیوہ، عمر 34, ہٹیاں بالا

[53] بیوہ، عمر 40, مظفرآباد

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



سسرالی رشتہ دار بیوہ خواتین کو دباؤ میں رکھتے ہیں کہ وہ عدالت کا سہارا نہ لیں، ورنہ ان کے بچوں، رہائش یا عزت پر حملہ ہوگا۔کچھ خواتین نے ہمت کی اور عدالت گئیں، لیکن ان کے تجربات تلخ تھے:

"عدالت گئی تو سالوں کیس چلتا رہا، نہ مجھے انصاف ملا نہ پیسے بچے۔ آخر کار مجبور ہو کر واپس آئی۔" [54]

یہ اقتباس عدالتی نظام کی سست روی، مالی بوجھاور آخرکار انصاف کی عدم دستیابی کا کھلا بیان ہے۔ ایک بیوہ عورت جو ہمت کر کے عدالت گئی، وہ امید لے کر گئی کہ اسے اس کا حق ملے گا۔ مگر سالہا سال تک کیس چلتے رہنے کا مطلب ہے کہ وہ صرف وقت ہی نہیں، بلکہ توانائی، امیداور مالی وسائل بھی کھو بیٹھی۔

قانونی مسائل کا حل

بیوگی کے بعد خواتین کو کئی قانونی مسائل درپیش ہوتے ہیں جیسے وراثت سے محرومی، شناختی دستاویزات کا مسئلہ، جائیداد پر قبضہ، بچوں کے حقوق کی حفاظت، عدالتی نظام تک رسائی اور قانونی آگاہی کی کمی۔ اسلامی تعلیمات ان تمام مسائل کا واضح حل فراہم کرتی ہیں اور علماء کرام نے بھی ان کی تشریح واضح انداز میں کی ہے۔اسلام میں ظلم کی ہر شکل کی مذمت کی گئی ہے، بالخصوص یتیموں اور بیواؤں کے مال پر قبضہ کو شدید جرم قرار دیا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ-وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا[55]

ترجمہ:بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ دراصل اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں

اگرچہ آیت یتیموں کے مال سے متعلق ہے، لیکن بیوہ کی ملکیت پر ناجائز قبضہ بھی اسی زمرے میں آتا ہے، کیونکہ یہ بھی ظلم ہے۔اسلامی شریعت میں تحریری معاہدے اور شہادت کو اہم قرار دیا گیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُؕ[56]

ترجمہ:اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو

---

[54] بیوہ، عمر 45، ہٹیاں بالا

[55] **القرآن:** ٤ / ١٠

[56] **القرآن:** ٢ / ٢٨٢

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



یہ اصول بیوہ خواتین کے لیے شناختی دستاویزات، جائیداد کی رجسٹری اور قانونی کارروائیوں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ ہر معاملہ لکھت میں ہونا چاہیے تاکہ حقوق محفوظ رہیں۔علماء کرام نے بارہا زور دیا ہے کہ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ کمزور طبقات (بیواؤں، یتیموں، غریبوں) کے حقوق کی حفاظت کرے۔

"حاکم وقت پر فرض ہے کہ وہ بیواؤں کے حقوق کا تحفظ کرے اور اگر ورثاء جائیداد دینے سے انکار کریں تو قانونی چارہ جوئی کرے" [57]

قرآن میں عدل و انصاف کو ہر حال میں قائم رکھنے کا حکم ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ[58]

ترجمہ:اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہوجاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین یا رشتے داروں کے خلاف ہی (گواہی) ہو۔

اس آیت کے تحت، اگر بیوہ کو وراثت، جائیداد یا بچوں کے حقوق کے لیے قانونی چارہ جوئی کرنی ہو، تو یہ اس کا شرعی حق ہے اور معاشرے کا فرض ہے کہ اسے انصاف کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔دارالعلوم کراچی، جامعہ بنوریہ اور ادارہ معارف اسلامی لاہور جیسے دینی ادارے اس بات پر متفق ہیں کہ:

"بیوہ کا وراثت میں حق قطعاً واجب ہے۔ظلم پر خاموشی جرم ہےاور مظلوم کو عدالتی سہولت فراہم کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔خواتین کو قانونی شعور دینا، دینی تعلیم کا حصہ ہونا چاہیے۔"[59]

یہ اقتباس ایک مضبوط اور جامع پیغام ہے جو بیوہ کے شرعی حق کو نہ صرف واضح کرتا ہے بلکہ ریاست، سماج اور نظام عدل کی مجموعی ذمہ داری کو بھی نشان زد کرتا ہے۔ قرآنی اصول ہے جس میں عورت کو ماں، بیٹی، بیوی، بہن کی حیثیت سے واضح طور پر میراث میں حصہ دیا گیا ہے۔ یہ کوئی بحث یا رعایت کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک "فرض" ہے، جسے چھیننا یا روکنا صریح ظلم ہے۔ظلم پر خاموشی جرم ہے۔یہ اقتباس معاشرے کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ یہاں بیوہ صرف مظلوم نہیں، بلکہ وہ معاشرہ بھی مجرم بن جاتا ہے جو اس کی خاموشی کو اپنی آسانی سمجھتا ہے۔ مظلوم کو عدالتی سہولت فراہم کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

حاصل بحث

---

[57] Taqi Usmani, Islam aur Aasri Maashi Masail (Karachi, Maktaba Ma'arif-ul-Qur'an, 2006), 69

[58] القرآن: ٤ / ١٣٥

[59] Taqi Usmani, Fatawa Usmani (Darul Uloom Karachi, 2009)

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X

یہ تحقیقی مطالعہ واضح کرتا ہے کہ ضلع مظفرآباد اور ہٹیاں بالا میں بیوہ خواتین کو درپیش نفسیاتی، عائلی اور قانونی مسائل ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور ان کی شدت کا بنیادی سبب معاشرتی رویے، معاشی کمزوری اور قانونی آگاہی کی کمی ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق زیادہ تر بیوائیں درمیانی عمر سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کی بڑی تعداد کم تعلیم یافتہ یا ناخواندہ ہے، جس کا براہ راست اثر ان کی خودمختاری اور حقوق کے حصول پر پڑتا ہے۔ نفسیاتی طور پر بیوگی خواتین کو شدید تنہائی، ڈپریشن، بے مقصدیت اور بچوں کے مستقبل کے حوالے سے مستقل اضطراب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ عائلی سطح پر سسرال کا منفی رویہ، جائیداد سے محرومی، دوبارہ شادی پر دباؤ اور معاشرتی طعنہ زنی ان کی مشکلات کو مزید بڑھاتے ہیں۔ قانونی سطح پر وراثت کے حق سے محرومی، عدالتی نظام سے خوف اور وسائل کی کمی انہیں انصاف کے حصول سے دور رکھتی ہے۔ اس کے برعکس شریعت اسلامیہ بیوہ خواتین کو مکمل عزت، مالی تحفظ، وراثتی حق، نکاحِ ثانی کی آزادی اور سماجی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ مسئلہ شریعت کی کمی نہیں بلکہ اس پر عملدرآمد کی کمی ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات کو عملی سطح پر نافذ کیا جائے، خاندانی نظام کو عدل و احسان پر قائم کیا جائے اور قانونی و سماجی ادارے فعال کردار ادا کریں تو بیوہ خواتین نہ صرف اپنے مسائل سے نکل سکتی ہیں بلکہ معاشرے کی ایک باوقار اور فعال رکن بن سکتی ہیں۔

تجاویز و سفارشات

1۔ بیوہ خواتین کے لیے مقامی سطح پر قانونی آگاہی اور مفت لیگل سپورٹ سنٹر قائم کیے جائیں تاکہ وہ وراثت اور دیگر حقوق آسانی سے حاصل کر سکیں۔

2۔ کمیونٹی اور مذہبی ادارے بیوہ خواتین کی کفالت، نفسیاتی معاونت اور نکاحِ ثانی کے حوالے سے مثبت رویوں کے فروغ میں عملی کردار ادا کریں۔

3۔ حکومت بیوہ خواتین کے لیے مالی معاونت، ہنر مندی کی تربیت اور روزگار کے مواقع فراہم کرے تاکہ وہ خود کفیل بن سکیں۔

حوالہ جات

1۔ القرآن

2۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ،مرتب:مصطفی السید محمد دار النشر (بیروت: مؤسسۃ قرطبۃ،۲۰۰۱ء)

3۔ ابو داؤد سلیمان ابن اشعث ، سنن ابوداؤد (دارالرسالہ العالمیۃ۔ ط2009/1م)

4۔ ابوالحسن الندوی، اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق وفرائض (لکھنؤ:جامعہ مؤمنات اسلامیہ، 1999ء)

Vol. 3 No. 12 (2025)

Journal of Social Signs Review

Online ISSN 3006-4651

Print ISSN 3006-466X



5۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری شریف (دار طوق نجات بیروت۔ط 1422/1ھ)

6۔ سلیمان ندوی، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم(لاہور : ادارہ اسلامیات،2002ء)

7۔ علامہ مرتضی زبیدی، تاج العروس(مکتبہ دارالھدایہ،۱۹۹۷ء)

-8 Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Zād al-Maʿād (Beirut, Mu'assasah al-Risalah, 1984), 3/46

-9 Taqi Usmani, Fatawa Usmani (Darul Uloom Karachi, 2009)

-10 Taqi Usmani, Islam aur Aasri Maashi Masail (Karachi, Maktaba Ma'arif-ul-Qur'an, 2006), 69

-11 The Global World Report, A Global overview of Deprivation Faced by Widows and their Children. March 2015. The Loomba Foundation